مولانا محمد عبیداللہ عفیف

الاستفتاء

مسائل قربانی

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قربانی کے سلسلہ میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، بینوا توجروا!

۱۔ بیٹے نے ماں کو قربانی کے لئے ایک جانور دیا، بعد میں ماں بیٹے کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ ماں نے غصہ میں آکر جانور (مینڈھا یا بکرا) واپس کر دیا کہ مجھے یہ بھی قبول نہیں۔ بیٹے نے جانور واپس لے لیا۔ اب اس عورت (ماں) کی قربانی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۲۔ قربانی واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

۳۔ قربانی کے لئے کون سا جانور موزوں ہے؟

۴۔ بھینس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

۵۔ ایک شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا، جو عید سے چند روز قبل مر گیا۔ اس شخص میں نیا جانور خریدنے کی قطعاً استطاعت نہیں، اب اس کی قربانی کے بارے میں کیا حکم ہے:

(سیف اللہ خالد، انعام اللہ ساجد، حضرت کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ)

الجواب بعون الوہاب:

۱۔ اگر مذکورہ صاحبہ استطاعت ہے اور نیا جانور خرید سکتی ہے تو اس کے لئے بہتر اور افضل یہی ہے کہ وہ نیا جانور خرید کر قربانی دے۔ اگر اس میں ہمت نہیں ہے تو پھر وہ

معذور ہے کیونکہ قربانی کے لئے جانور محض منتخب کرنے یا خرید لینے سے قربانی واجب نہیں ہوتی - قرآن مجید میں ہے :

"وما علی المحسنین من سبیل" (التوبۃ : رکوع ۱۲)

کہ "احسان کرنے والوں پر کچھ راہ عتاب کی نہیں ہے "

امام نوویؒ فرماتے ہیں :

"ولو اشتری بدنۃ او شاۃ بنیۃ التضحیۃ بنیۃ التضحیۃ او الھدی لم تصر بمجرد الشراء تضحیۃ ولا ھدیا ہذا ھو الصواب الذی قطع بہ الاصحاب " (شرح مہذب ، ص ۲۹۰ ، ج ۸)

کہ "اگر قربانی یا ہدی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو محض خرید کرنے سے قربانی واجب نہیں ہوتی - میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے " واللہ اعلم بالصواب !

۲ - قربانی کے واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہے -

امام ربیعہ ، لیث ، ابوحنیفہ اور اوزاعی کے نزدیک جس پر زکوٰۃ واجب ہے ، اس پر قربانی بھی واجب ہے - تاہم میدان منیٰ میں حاجی پر یہ ائمہ قربانی واجب نہیں سمجھتے -

امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک مقیم شہری پر قربانی واجب ہے ، مسافر پر نہیں !

(شرح مہذب ، ص ۲۹۱ ، ج ۸)

ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک صاحب استطاعت پر قربانی سنت راجبہ ہے !

امام شافعی ، ابویوسف اور مشہور ومختار قول کے مطابق قربانی سنت مؤکدہ ہے -

ان اقوال کا تجزیہ کرنے سے صرف دو مسلک واضح ہوتے ہیں :

(۱) وجوب (۲) سنت -

وجوب کے دلائل :

۱ - عن عامر بن ابی رملۃ قال انبانا مخنف بن سلیم قال ونحن وقوف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات قال ایھا الناس علی کل اھل بیت فی کل عام اضحیۃ وعتیرۃ " (عون المعبود ص ۴۹ ، ج ۳ ، تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی

ج ۲، ص ۳۶۲، نسائی ج ۲، ص ۱۰۱)

"مخنف بن سلیم کہتے ہیں کہ عرفات کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سال، ایک دفعہ، ہر اہل خانہ پر قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔"

تبصرہ: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ عامر ابو رملہ بقول حافظ ابن حجر تیسرے طبقہ کا راوی ہے اور مجہول الحال:

"قال الزیلعی الحنفی فی نصب الرایۃ قال عبد الحق ضعیف، وقال ابن القطان علتہ الجہالۃ بحال ابی رملۃ" (عون المعبود شرح ابی داؤد ص۲۹، ج۳)

وقال الخطابی ھذا الحدیث ضعیف المخرج لان ابا رملۃ مجہول" (شرح مہذب ص۳۰، ج۸)

۲۔ "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا" (ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبۃ ام لا۔ ص۲۳۲، ج۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔"

تبصرہ: یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے!

"قال البیہقی عن الترمذی الصحیح انہ موقوف" (شرح مہذب ص۳۰۰، ج۸)

اگرچہ امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن ان کا تساہل بھی مشہور ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"رجالہ ثقات لکن اختلف فی رفعہ ووقفہ والموقوف اشبہ بالصواب"

کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔"

تبصرہ: اس میں صرف تاکید ہے جیسے کہ کچا پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ کچا پیاز کسی کے نزدیک بھی حرام نہیں ہے!

۳۔ "عن جندب بن عبد اللہ بن سفیان انہ قال شہدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر فقال من ذبح قبل الصلاۃ فلیعد مکانہا اخری" (بخاری شریف ص۸۳۴، ج۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا ہے، وہ اور جانور ذبح کرے۔"

تبصرہ: اس حدیث میں امر کا صیغہ (فلیذبح) وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لئے ہے چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"فما کان منها ضعیفا لا حجۃ فیہ وما کان صحیحًا فهو محمول علی الاستحباب جمعا بین الاحادیث واللہ اعلم" (شرح مہذب ص ۳۸۳ ج ۸)

کہ "جو دلائل ضعیف ہیں وہ دلیلِ وجوب نہیں بن سکتے اور جو دلائل صحیح ہیں تو ان میں اور دوسرے منفی دلائل میں تطبیق یہ ہے کہ یہ استحباب پر محمول ہیں۔

قربانی کے سنت ہونے پر دلائل:

بخاری شریف میں باب سنۃ الاضحیۃ وقال ابن عمر ھی سنۃ ومعروف، کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"کانہ ترجم بالسنۃ اشارۃ الی مخالفتہ من قال بوجوبها قال ابن حزم لا یصح عن احد من الصحابۃ انها واجبۃ وصح انہ غیر واجبۃ عن الجمهور" فتاویٰ نذیریہ ص ۲۵۵ ج ۲)

کہ "اس باب سے امام بخاری کی غرض صرف ان لوگوں کے ساتھ اختلاف کرنا ہے جن کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ کسی صحابی سے بھی بسندِ صحیح قربانی کا وجوب ثابت نہیں ہے۔ اور جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ قربانی سنت ہے۔"

پھر امام بخاریؒ اپنے دعویٰ میں یہ دو حدیثیں لائے ہیں:

۱۔ "عن البراء ابن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما نبدأ بہ فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا" (بخاری شریف، ص ۸۳۲ ج ۲، کتاب الاضاحی)

حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، ہم بقرعید کے دن سب سے پہلے نمازِ عید ادا کرتے ہیں، پھر واپس آکر قربانی ذبح کرتے ہیں جس نے ہماری طرح کیا، وہ ہماری سنت کو پہنچ گیا۔"

۲۔ "عن انس بن مالک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذبح قبل الصلاۃ فانما یذبح لنفسہ ومن ذبح بعد الصلاۃ فقد اتم نسکہ واصاب سنۃ المسلمین" (بخاری ج ۲، ص ۸۳۲

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی تو اس نے اپنی ذات کے لئے ذبح کی اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کی تو اس کی قربانی پوری ہو گئی اور مسلمانوں کی سنت پر عمل کیا۔"

۳ - "عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم ھلال ذی الحجۃ واراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ" (مسلم مع نووی ص۱۶۰ ج۲)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور کوئی قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ لے۔"

اس حدیث میں قربانی کو قربانی کرنے والے کے ارادہ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر قربانی واجب ہوتی تو پھر قربانی کرنا، قربانی کرنے والے کے ارادہ پر نہ چھوڑا جاتا۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"ھذا دلیل ان التضحیۃ لیست بواجبۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم "واراد" فجعلہ مفوضًا الی ارادتہ ولو کانت واجبۃ لقال فلا یمس من شعرہ حتی یضحی" (شرح مہذب ص۳۸۳، ج۸)

کہ یہ حدیث قربانی کے واجب نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر قربانی واجب ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کو قربانی کرنے والے کے سپرد نہ کرتے بلکہ فرماتے کہ قربانی کرنے والا، قربانی ذبح کرنے سے پہلے بال اور ناخن نہ لے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"ولان التضحیۃ لو کانت واجبۃ لم تسقط بفوات ایامھا بل کالجمعۃ وسائر الواجبات ووافقنا الحنفیۃ علی انھا اذا فاتت لا یجب قضاؤھا" (شرح مہذب ص۳۸۴ ج۸)

یعنی اگر قربانی واجب ہوتی تو فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا واجب ہوتی حالانکہ قضا لازم نہ ہونے میں خود حنفیہ جو کہ وجوب کے قائل ہیں، بھی ہمارے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔"

بہر حال ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں اور جمہور اہلِ علم کا یہی مذہب ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"فقال جمہورھم ھی سنۃ فی حقہ ان ترکھا بلا عذر لم یأثم ولم یلزمہ القضاء

وممن قال بهذا ابوبکر الصدیق وعمر بن الخطاب وبلال وابومسعود البدری وسعید ابن المسیب والعلقمة والاسود وعطاء ومالک واحمد وابویوسف واسحاق وابوثور والمزنی وابن المنذر وداؤد وغیرهم " (نووی شرح مسلم ص۱۵۳، ج۲، شرح مهذب ص۲۹۹، ج۸)

کہ " صاحب استطاعت پر قربانی واجب نہیں ہے۔ اگر وہ بلا عذر چھوڑ دے تو نہ اس پر قضا لازم ہے اور نہ گنہگار ہوگا۔ ابوبکر صدیق، عمر، ابومسعود بدری، بلال اور دیگر تابعین اور فقہاء کا مذہب یہی ہے۔"

مگر اس ہیچمدان کے نزدیک صاحب استطاعت کو کھلی چھٹی دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی سنت مؤکدہ اور دین اسلام کا شعار ہے۔ اس میں سستی بشرط استطاعت حرماں نصیبی کے سوا کچھ نہیں اور سنت کا استخفاف مزید برآں ہے جبکہ قرآن مجید میں شعائر دینیہ کی حفاظت کا حکم ہے:

" ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب " (سورۂ حج، رکوع ۱۱)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

" التضحیة سنة مؤکدة وشعار ظاهر ینبغی للقادر علیها المحافظة علیها ولا تجب باصل الشرع لان الاصل عدم الوجوب " (شرح مهذب ص۳۹۵، ج۸)

کہ " قربانی سنت مؤکدہ اور دین کا شعار (امتیازی نشان) ہے۔ صاحب استطاعت کو اس کی حفاظت کرنی چاہیے، اگرچہ از روئے شرعی دلیل واجب نہیں۔"

میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(۳)

لفظ موزوں ایک عام لفظ ہے۔ اگر اس سے مراد قربانی کے جانور کی نوع اور قسم کی تعیین مقصود ہے تو پھر موٹا تازہ دنبہ اور مینڈھا زیادہ بہتر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مینڈھے کی قربانی دیتے تھے۔

" عن انس رضی الله عنه کان النبی صلی الله علیه وسلم یضحی بکبشین وانا اضحی بکبشین " (بخاری ج۲، ص۸۳۳، کتاب الاضاحی)

کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھے قربانی کیا کرتے تھے اور میں (انسؓ) بھی دو مینڈھے قربانی کرتا ہوں۔"

"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطأ فی سواد وینظر فی سواد ویبرک فی سواد فاتی بہ وضحی بہ" (ابوداؤد ص۳۸۶ باب مایستحب من الضحایا)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگدار، خالص بینڈھا منگوایا اور اس کی قربانی کی۔ (بروایت مسلم شریف ص۱۵۶، ج ۲، نسائی شریف ص۱۹۷ ج ۲، باب الکبش تحفۃ الاحوذی ص۳۵۷، ج ۲) تاہم بینڈھے کے بعد اونٹ، پھر گائے پھر بکری وغیرہ۔

اگر موزوں کے الفاظ سے جانور کی عمر مطلوب ہے تو پھر قربانی کا جانور دو دنت (دوندا) ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان" (مسلم ص۱۵۵، ابوداؤد ص۳۸۶ ج ۲، باب ما یجوز من السن فی الضحایا، عون المعبود ص۵۲، ج ۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ قربانی کا جانور دوندا ہونا چاہیے، اگر یہ نہ ملے تو پھر دنبہ یا بینڈھا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ کھیرا نہ ہو۔

گائے، اونٹ، بکرا، کھیرا قطعاً جائز نہیں ہے۔ مسنہ اونٹ وہ ہے جو پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں داخل ہو جائے۔ گائے تیسرے سال میں اور بکری دوسرے میں داخل ہو۔

اور اگر موزوں سے مراد یہ ہے کہ قربانی کے جانور میں کون کونسا عیب نہ ہو تو مندرجہ ذیل جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں:

۱۔ "عن علی بن ابی طالب نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یضحی بمقابلۃ او مدابرۃ او شرقاء او خرقاء او جدعاء" (نسائی ص۱۹۵ ج ۲، تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص۳۵۵، ج ۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱) ماتھے سے کان کٹا (۲) جڑ کی طرف سے کان کٹا (۳) آگے سے کان چرا ہوا (۴) کان میں گول سوراخ والا (۵) اور ناک کٹا جانور بطور قربانی ذبح کرنے سے منع فرمایا۔"

۲۔ عن البراء قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز من الضحایا العوراء البین عورھا والعرجاء البین عرجھا والمریضۃ البین مرضھا والعجفاء

التی لا تنقی" (رواہ الخمسة، نسائی ص ۱۹۵ ج ۲، باب العجفاء)

کہ "قربانی میں پورا بھینگا، پورا لنگڑا، بیمار اور دبلا جانور، ذبح کرنا بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع ہے"

۲ - عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یضحی باعضب القرن والاذن"

(تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۵، ج ۲، النسائی ص ۱۹۶، ج ۲)

کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سینگ ٹوٹے اور پورا کان کٹے کی قربانی نہ کیجائے"

فائدہ: اجلع، یعنی قدرتی بے سینگ جانور کی قربانی بالاتفاق جائز ہے تاہم شوافع کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴)

قرآن مجید کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ، بکری، دنبہ اور گائے کی قربانی دینی چاہیئے، جیسے کہ ارشاد ہے:

"لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام" (الحج)

اور بظاہر بھینس گائے سے الگ دوسری قسم کا جانور معلوم ہوتا ہے۔ مگر لغت میں بھینس کو گائے کی قسم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ منجد میں ہے:

"الجاموس جمع جوامیس ضرب من کبار البقر یکون داجنا ومنہ اصناف وحشیۃ" (منجد)

کہ "پالتو بھینس بڑی گائے کی ایک قسم ہے۔ اسی وجہ سے شوافع اور حنفیہ کے نزدیک بھینس کی قربانی جائز ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"وجمیع انواع البقر من الجوامیس والعراب والدربانیۃ" (شرح مہذب ج ۸)

کہ قربانی کے جانوروں میں گائے کی تمام اقسام جائز ہیں خواہ گائے عربی ہو یا فارسی یعنی بھینس!

اور ہدایہ حنفیہ میں بھی اس کا جواز موجود ہے۔ بہر حال بھینس چونکہ حلال چوپایہ ہے اور "من بہیمۃ الانعام" کے عموم میں داخل ہے، اس لئے اس کی قربانی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ تاہم یہ نہ تو سنتِ رسول اللہ ہے، نہ سنتِ صحابہ!

(۵)

سوال نمبر ۱ کے جواب میں گذر چکا ہے کہ قربانی واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے اور سوال کئے